DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v59i03.1795

فقہی قاعدہ تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ الْمَقَال کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

محمد عثمان خالد ۞
محمد شہباز ۞

An Analytical Study of the Jurisprudential Rule of *Tark al-Istifṣāl ka ʻUmūm al-Maqāl*

Muhammad Usman Khalid ۞
Hafiz Muhammad Shahbaz ۞

ABSTRACT

This discussion is about an important rule of Islamic jurisprudence. This rule arises when the Prophet (peace be on him) forsakes the demand for details on an event or a question which is likely to be an event or a question in many cases instead of confining it to a particular situation. An unrestricted order is imposed and this order is common to all cases of this condition. This rule was first deduced by Imām al-Shāfiʻī, and then it was adopted

۞ شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور۔
۞ ایسوسی ایٹ پروفیسر/چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور۔
۞ Department of Islamic Studies, University of Engineering & Technology, Lahore.
۞ Associate Professor/Chairman, Department of Islamic Studies, University of Engineering & Technology, Lahore.

in many cases but not all of those cases are entirely out of the question: *tark al-istifṣāl ka ʻumūm al-maqāl* (abandoning the demand for details like a normal conversation). Most of the jurists have unrestrictedly followed this rule, some have restricted it to certain conditions and some have rejected it. This rule apparently contradicts another rule that is also attributed to Imām al-Shafiʻī, which is: *Qaḍāya al-aḥwāl idhā taṭarraqa ilayhā 'l-iḥtimāl kasāḥā thawb al-ijmāl wa saqaṭ bihā 'l-istidlāl* (when a case is probable, this probability creates brevity and the argument based on it turns void). Therefore, one of the purposes of this discussion is to dispel the illusion of contradiction between these two rules.

Keywords

Islamic jurisprudence, investigation, principles, rules.

۞۞۞۞۞

Summary of the Article

The basic teachings of Islam are preserved in the form of the Qur'ān and *sunnah*. The perfect example of this theoretical and practical religion is the Prophet (peace be on him). The basic principles of Islam are contained in the Qur'ān, while their interpretation is the *sunan* of the Prophet. This interpretation does not contain his

personal thought, but it is also inspired. In the Qur'ān, along with obedience to Allah, obedience to the Messenger of Allah has been made mandatory. It is not possible to understand Islam without the teachings of the Prophet. The Messenger of Allah (peace be on him) adopted different methods for interpreting and explaining the Qur'ānic teachings given the circumstances and events. Sometimes he would issue orders to guide the Ummah in a particular issue. In some situations, it would be more effective to present a practical model. Sometimes the Prophet says something and sometimes he approves an act by remaining silent. In the same way, sometimes the Prophet (peace be on him) leads the Ummah by "abandoning" a task. These are the different forms of interpretation of the religion of Islam to which the *sunnah* is applied.

There is another aspect of the *sunnah* of the Prophet that has received less attention for explaining the *sharīʿah* injunctions. That is, he "abandoned" certain actions. Such actions are known as *"al-sunnah al-Tārkiah."* The present research highlights the role of *al-sunnah al-Tārkiah* in the unity of the Muslim Ummah. Muslims have been ordered to follow all the sayings, actions, and tacit approvals of

the Prophet. Sometimes the Prophet left a task on purpose, even though he was capable of doing it and there was a requirement for it. So these were things that were indicated not to be done. If it was useful to do it, the Prophet would have done it. Consequently, we should not do these acts at all.

Al-Sunnah Al-Tārkiah is defined as the acts, about which the Prophet told his Ummah, but he did not do them despite there being any hindrance. The Prophet sometimes abandoned the demand for details in an accident. He might have many reasons. The jurists have set this rule in many cases, one of which is *tark al-istifṣāl fī ḥikāyat al-aḥwāl maʿa ʾl-iḥtimāl yatanzzal manzilat al-ʿumum fī ʾl-maqāl.*

The importance of this discussion lies in the fact that this discussion is about an important jurisprudential rule and the jurists argue that their school of thought is governed by this rule in case of disagreement in the jurisprudential issues that come under this rule. In this discussion, the different expressions of this rule and the jurists' views on them have been described. Similarly, an attempt has been made to remove the illusion of conflict between this rule and another rule attributed to Imām Shafiʿī. The article

also seeks to ascertain who was the first jurist to formulate this rule.

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس لیے بھیجا تا کہ آپ لوگوں کے لیے ان کے دینی امور کی وضاحت پیش کریں[۱] اور یہ وضاحت نبی ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات اور تروک میں سے کسی کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے، چناں چہ جو وضاحت قول، فعل یا تقریر کے ذریعے کی گئی ہے وہ سنت ہے نیز اس بات پر فقہا کا اتفاق ہے، لیکن یہ ہمارے موضوع میں شامل نہیں ہے۔ ہم نے اس بحث میں اس ترک[۲] پر گفت گو کی ہے جس میں بہت سی وجوہ کا احتمال ہو، لیکن نبی کریم ﷺ نے ایسے حادثے یا واقعے میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کیا ہو، اس پر ایک مطلق حکم لگایا ہو اور اسے کسی خاص حالت کے ساتھ مقید نہ کیا ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترک سے اصول فقہ کے قواعد میں سے ایک عظیم قاعدے کا استنباط کیا ہے پھر بعد میں فقہا نے اس قاعدے کو بہت سی شکلوں میں ڈھال دیا جو شکلیں لفظ کے اعتبار سے تو مختلف ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے متفق ہیں۔

اشکالیۂ بحث اور اس کی اہمیت

اس بحث میں مذکورہ بالا قاعدے کے مختلف صیغوں اور فقہا کے ان پر عمل کو بیان کیا جائے گا۔ اسی طرح

۱۔ القرآن، ۴۴: ۱۶۔

۲۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ السنۃ الترکیۃ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا کوئی کام اپنی امت کے بیان کے لیے اس کے مقتضی کے ہونے اور کسی مانع کے نہ ہونے کے باوجود چھوڑ دینا۔ لہٰذا وہ تمام امور السنۃ الترکیۃ سے خارج ہو جائیں گے جن کو رسول ﷺ نے عدم قدرت کی بنا پر ترک کیا یا ایسے امور جن کو ترک کرنے کے اس وقت کے حالات متقاضی تھے یا کوئی مانع موجود تھا یا ایسے امور جن کو آپ نے کسی خصوصیت کی وجہ سے ترک کیا۔ اسی طرح وہ کام "ترک النبي" میں شامل نہ ہوں گے جو آپ ﷺ نے ان کاموں کا وجود بالکل نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑے کیوں کہ ان میں اختیار کا عنصر موجود نہیں تھا۔ لہٰذا گاڑی پر سواری نہ کرنے، خیراتی ادارے نہ بنانے اور رسالے شائع نہ کرنے سے ان اشیا کی نفی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ یہ اشیا دور رسالت میں موجود ہی نہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان اشیا پر قادر نہ تھے۔ ان اشیا کا حکم دوسرے دلائل سے معلوم کیا جا سکتا ہے کیوں کہ احکام شرعیہ کا مدار صرف "ترک" پر ہی نہیں ہے بلکہ دیگر دلائل بھی موجود ہیں۔

اس قاعدے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب دوسرے قاعدے کے درمیان تعارض کے وہم کو بھی رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس بحث کی اہمیت اس بات میں پوشیدہ ہے کہ یہ بحث اصولی قواعد میں سے ایک عظیم قاعدے کے بارے میں ہے اور فقہا بھی اس قاعدے کے تحت آنے والے فقہی مسائل میں اختلاف کی صورت میں اسی قاعدے سے اپنے مذہب کے راجح ہونے کا استدلال کرتے ہیں۔ فقہا نے اصول فقہ کے قواعد میں سے ایک عظیم قاعدے کا استنباط کیا ہے اور یہ استنباط انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں غور وفکر کرنے کے بعد کیا ہے کہ جب کوئی ایسا واقعہ یا ایسا سوال رونما ہوتا جو بہت سی صورتوں کا احتمال رکھتا اور آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا جاتا تو آپ کا رد عمل کیا ہوتا؟ اب اگر تو حالت کے اختلاف کے ساتھ حکم بھی مختلف ہوتا تو آپ ساری حالتوں کی تفصیل طلب کرتے، پھر اس واقعے کے ساتھ خاص حکم بیان فرماتے اور اگر ایسا ہوتا کہ آپ اس واقعے کی مختلف حالتوں کی تفصیل پوچھے بغیر حکم بیان کر دیتے تو ایسے حکم کے بارے میں فقہا کہتے ہیں کہ آپ کا واقعہ میں احتمال ہونے کے باوجود تفصیل کے مطالبے کو ترک کر دینا گفت گو میں عموم کے قائم مقام ہے اور فقہا نے اس قاعدے کو بہت سی صورتوں میں ڈھالا ہے جن میں سے ایک: "ترك الاستفصال فِي حكايات الْأَحْوَال مَعَ الِاحْتِمَال يتنزل منزلة الْعُمُوم فِي الْمَقَال."[۳] (مختلف حالتوں والی ایسی حکایات جن میں (حکم کے مختلف ہونے کا) احتمال موجود ہو، میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کر کے ایک حکم لگانا جو حکم گفت گو میں عموم کے قائم مقام ہے۔)

سابقہ کام

راقم نے اس موضوع پر سابقہ کام کو تلاش کیا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱- **قاعدة ترك الاستفصال في مقال الاحتمال ينزل منزلة العموم في المقال وأثرها في استنباط الأحكام من خلال أحاديث الصحيحين-دراسة تأصيلية تطبيقية**۔ یہ مقالہ سالم علی سالم مزف کا تحریر کردہ ہے جسے انھوں نے جامعہ الجزیزہ سوڈان میں پی ایچ ڈی کے لیے لکھا۔

۲- دوسرا نسبتاً مختصر مقالہ **ترك الاستفصال في حكاية الحال مع قيام الاحتمال ينزل منزلة العموم في المقام ويحسن به الاستدلال** ہے جسے خالد بن علی التمیمی نے لکھا۔ اس کے علاوہ اس

۳- ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی، **البرهان في أصول الفقه** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۸ھ)، ۱: ۱۲۲۔

موضوع پر کلام اصولِ فقہ کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔

اردو زبان میں اس فقہی قاعدے پر کوئی کام راقم کی نظر سے نہیں گزرا جب کہ اس کی اصولی اور فقہی اہمیت مسلمہ ہے، اس لیے اس پر گفت گو کی ضرورت محسوس کی گئی۔

قواعدِ کلیہ: مفہوم، اہمیت اور تاریخی پس منظر

قواعدِ کلیہ سے مراد قاعدہ سے مراد وہ کلی اور عمومی احکام ہیں جن کا اطلاق ان کے تحت آنے والی اکثر جزئی صورتوں پر ہوتا ہے۔[۴] ان قواعد کی اہمیت یہ ہے کہ ان سے بہت سی جزئی صورتوں کو سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جب ائمۂ مجتہدین اصولِ فقہ کی تدوین کر رہے تھے، تعبیرِ قانون کے اصولوں کو مرتب کیا جارہا تھا، قرآن وحدیث میں بیان کردہ جزئی احکامات کے پیچھے کارفرما کلی اصولوں کی دریافت کا کام ہو رہا تھا تو اس وقت قواعدِ کلیہ کے اخذ کرنے کی بنیاد بھی پڑ چکی تھی۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کی کتابوں میں ایسے متعدد قواعد بکھرے ملتے ہیں جن کو بعد میں آنے والے فقہانے مرتب کیا۔ یہ قواعد کسی ایک فرد یا متعین جماعت کے مرتب کردہ نہیں، بلکہ ان کے نشوو ارتقا میں مختلف ادوار میں مختلف افراد نے حصہ لیا ہے۔[۵]

اس قاعدے کو بنانے اور فقہا کے اس پر عمل کرنے کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس قاعدے کا معنی، اس پر دلیل اور فقہا میں سے سب سے پہلے اسے وضع کرنے والے کی وضاحت کر دی جائے۔ یہ ساری تفصیل درج ذیل ہے:

قاعدے کا معنی

فقہا کے اس قول ترك الاستفصال فِي حكايات الْأَحْوَال مَعَ الِاحْتِمَال يتنزل منزلة الْعُمُوم فِي الْمقَال کا معنی یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ نے کسی واقعہ میں چھان بین کے مطالبے کو ترک کیا حالاں کہ وہ واقعہ بہت سی حالتوں کا احتمال رکھتا تھا اور آپ نے اس واقعہ کا ایک ہی حکم بیان کر دیا تو یہ حکم بیان کرنا اس بات کی

۴- قاعدہ کلیہ کی مختلف تعریفات کے لیے دیکھیے: محمود احمد غازی، **قواعدِ کلیہ اور ان کا آغاز وارتقا** (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، ۲۰۱۴ء)، ۱۸ومابعد۔

۵- قواعدِ کلیہ کے ارتقا پر دیکھیے: نفسِ مرجع: ۳۱ومابعد۔

صراحت کے مترادف ہو گا کہ تمام صورتوں کا حکم یہی ہے[۶] یعنی اگر یہ حکم تمام حالتوں کے لیے عام نہ ہوتا تو آپ مطلق بات نہ کرتے؛ کیوں کہ جو جگہ تفصیل کی محتاج ہو وہاں پر مطلق بات کرنا ممنوع ہوتی ہے۔

دلائل

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾[۷] (اے رسول پہنچا دیجیے! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے دین کے معاملات میں سے کوئی چیز نہیں چھپائی اور نہ ہی آپ نے دین کے کسی معاملے کے ساتھ کسی ایک فرد کو خاص کیا ہے، کیوں کہ اس آیت کا ظاہری معنی یہی ہے کہ جو کچھ بھی آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ سارا کا سارا پہنچا دیجیے اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اگر ایسا ہو کہ حالتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ حکم بھی مختلف ہوتا ہو لیکن نبی ﷺ نے اس میں تفصیل کا مطالبہ ترک کر دیا ہو تو یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے اس چیز کی تبلیغ کو ترک کر دیا جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا تھا جب کہ ایسا کرنا نبی ﷺ کے حق میں ممنوع ہے؛ کیوں کہ اگر حالت کے مختلف ہونے کے ساتھ حکم بھی مختلف ہوتا تو نبی ﷺ اس کی وضاحت ضرور فرماتے۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ اس علم کو چھپانے والے ہوتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا ہے[۸] جب کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

جب بھی حالتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ حکم مختلف ہوتا تو نبی ﷺ تفصیل کا مطالبہ کرتے جیسا کہ ماعز کے قصے میں ہے کہ جب انھوں نے اپنی ذات پر زنا کا اقرار کیا تو نبی ﷺ نے ان سے کئی سوال کر کے تفصیل

۶۔ ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، **أنوار البروق في أنواء الفروق** (بیروت: عالم الکتب، س ن)، ۳: ۱۶۸۔

۷۔ القرآن، ۵: ۶۷۔

۸۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ (القرآن، ۲: ۱۵۹)۔

طلب کی۔ آپ نے ان سے پوچھا: "شاید کہ تو نے اسے بوسہ دیا ہو، ہاتھ لگایا ہو یا دیکھا ہو۔"(۹) پھر آپ نے یہ بھی پوچھا: "کیا یہ پاگل تو نہیں ہے؟" تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ پاگل نہیں ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: "کیا اس نے شراب پی ہوئی ہے؟" تو ایک بندہ کھڑا ہوا اور اس نے ماعز کا منہ سونگھا تو اسے شراب کی بو نہیں آئی۔ پھر آپ نے فرمایا: "کیا تو نے زنا کیا ہے؟" اس نے کہا: ہاں۔(۱۰) پھر آپ نے کہا: "یہاں تک کہ تیرا فلاں حصہ (شرم گاہ) اس کے فلاں حصہ (شرم گاہ) میں غائب ہو گیا؟" تو اس نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا: "کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟" اس نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا: "کیا تو نے اس عورت کے ساتھ وہ کام حرام طریقے سے کیا ہے جو بندہ اپنی بیوی سے حلال طریقے سے کرتا ہے؟۔"(۱۱) پھر آپ نے پوچھا: "کیا تو شادی شدہ ہے؟" اس نے کہا: ہاں۔(۱۲) پھر آپ نے فرمایا: "تو اپنی اس بات سے کیا چاہتا ہے؟" تو اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔

مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ نے بہت سے امور کی تفصیل طلب کی جن کا حکم ایک دوسرے سے مختلف تھا جیسا کہ بوس و کنار کرنے، دیکھنے اور ہاتھ لگانے کا حکم زنا کے حکم سے مختلف ہے اسی طرح نشئی یا پاگل کا اپنے خلاف اقرار عاقل کے اپنے خلاف اقرار سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر جب یہ بات واضح ہو گئی کہ ماعز نے زنا ہی کیا ہے تو آپ نے ان سے اس بات کی تفصیل پوچھی کہ کیا وہ شادی شدہ ہیں؟ کیوں کہ شادی شدہ کا حکم کنوارے سے مختلف ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت رکانہ کا قصہ ہے جنھوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی تھی اور پھر اس پر غمگین

۹۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابٌ هَلْ يَقُولُ الإِمَامُ لِلْمُقِرِّ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ غَمَزْتَ (الریاض: دار السلام، ۱۴۱۹ھ)، رقم: ۶۸۲۴۔

۱۰۔ مسلم بن الحجاج القشیری، **الصحیح**، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابُ مَنِ اعْتَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَى (الریاض: دار السلام، ۲۰۰۰ء)، رقم: ۱۶۹۵۔

۱۱۔ ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، **السنن**، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابُ رَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ (الریاض: دار السلام، ۱۴۳۰ھ)، رقم: ۴۴۲۸۔

۱۲۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ الطَّلَاقِ، بَابُ الطَّلَاقِ فِي الإِغْلاَقِ وَالكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ وَالمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا وَالغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلاَقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ، رقم: ۵۲۷۰۔

تھے ان سے بھی آپ نے تفصیل طلب کی تھی اور ان کی بیوی کو ان پر لوٹا دیا تھا۔[۱۳] اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن میں اگر حکم خاص ہوتا تو نبی ﷺ تفصیل طلب کیا کرتے تھے اور اگر کوئی ایسے واقعات ہوتے جن میں اگرچہ بہت سی صورتوں کا احتمال ہوتا لیکن نبی ﷺ تفصیل کا مطالبہ نہ کرتے تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حکم احتمال والی تمام حالتوں کو عام ہوتا کیوں کہ اگر حکم مختلف ہوتا تو آپ تفصیل ضرور پوچھتے۔ لہٰذا سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے خاص معاملات میں خاص احکامات بجالائے جائیں تو امت کو دگرگوں ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔

مذکورہ قاعدے کو سب سے پہلے وضع کرنے والے

فقہا اس قاعدے کو امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جس نے بھی اس قاعدے کو ذکر کیا اس نے اس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہی کی اور کچھ نے اس قاعدے کو امام شافعی سے مشہور قرار دیا ہے۔[۱۴] جب کہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس کی نسبت امام الحرمین الجوینی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی ہے۔[۱۵]

ابن العربی کی یہ بات تین اعتبار سے محل نظر ہے اور یہ تینوں ہی امام جوینی کے کلام سے حاصل ہوتی ہیں[۱۶] پہلی چیز: امام الحرمین نے نہ تو اس اصل کو بیان کیا اور نہ ہی اس کا دعویٰ کیا بلکہ انھوں نے خود اس قاعدے کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا۔ دوسری: امام جوینی نے خود اس پر اعتراض کیا ہے چناں چہ اس سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں: "میرے نزدیک یہ بات محل نظر ہے اور وہ اس طرح کہ یہ بات ممتنع نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو پہچانتے ہوں چناں چہ آپ جو جانتے تھے آپ نے اس کے مطابق جواب دیا اور آپ نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ ایک نئے اسلام لانے والے آدمی کے لیے حکم کی علت اور اس کے ماخذ کو ذکر کریں۔ اگر شارع ﷺ پر حال کا

۱۳- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، **السنن** ،أَبْوَابُ الطَّلَاقِ وَاللِّعَانِ،بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ (الریاض: دار السلام، ۱۴۳۰ھ)،رقم: ۱۱۷۷۔

۱۴- تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی، **الأشباہ والنظائر** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،۱۴۱۱ھ)،۲: ۱۳۷۔

۱۵- محمد بن عبداللہ ابو بکر ابن العربی، **المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك**،کتاب الطلاق،باب جامع الطّلاق (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۴۲۸ھ)،۵: ۶۵۱۔

۱۶ - الجوینی، **البرہان**، ۱: ۱۲۲۔

مبہم ہونا ثابت ہو جائے اور اس کے باوجود یہ بھی درست ہو کہ آپ نے جواب بھی دیا تو یہ چیز ضروری طور پر حکم کے تفصیل پر جاری ہونے اور اس کے تمام حالتوں پر منطبق ہونے کا تقاضا کرتی ہے لیکن ہم ہماری طرف منقول ہونے والی ہر حکایت میں یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں مبہم تھی۔" اگر اس قاعدے کی اصل امام جوینی سے منقول ہوتی تو وہ اس پر اعتراض نہ لگاتے اور کسی بھی حال میں اسے نبی ﷺ کے عدم علم کے ساتھ مقید نہ کرتے۔ تیسری: امام جوینی کی عبارت ترك الاستفصال في حكايات الأحوال مع الاحتمال يتنزل منزلة العموم في المقال میں ابن العربی نے "يتنزل" کو حرف "ب" سے بدل دیا جس سے قاعدے کے معنی یا اس سے استدلال کرنے میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن اس سے قاعدے میں اختصار ہو گیا۔(۱۷)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں اس قاعدے کی صریح نص موجود نہ ہونے کے باوجود ایسی عبارتیں موجود ہیں جن سے یہ قاعدہ سمجھا جا سکتا ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس صحابی کا قصہ بیان کیا جو مسلمان ہوا تو اس کی دس بیویاں تھیں تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ چار کو روکے رکھے(۱۸) تو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے نہ تو اس سے یہ سوال کیا کہ ان میں سے کس سے پہلے نکاح کیا اور نہ ہی ان سے نکاح کے اصل عقد کے بارے میں سوال کیا تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی مشرک اسلام لائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں تو وہ ان میں سے جن چار کو چاہے روکے رکھے اور باقی تمام کو چھوڑ دے؛ کیوں کہ چار سے زائد اس کے لیے حلال نہیں ہیں اس بات میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس نے ان سب عورتوں سے ایک ہی عقد کیا ہو یا متفرق عقد کیے ہوں اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسے چھوڑ دے، چاہے جس سے پہلے نکاح ہوا اسے چھوڑ دے یا جس سے بعد میں نکاح ہوا سوائے اس کے کہ کوئی ایسی عورت ہو جو اسلام میں اس پر حرام ہو۔(۱۹) فقہا نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں اس قاعدے پر دلالت کرنے والے صریح دلائل کے نہ ہونے کی وجہ سے اس قاعدے کی بنا اور اس پر عمل کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

یہ قاعدہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے مشہور ہے باوجود اس کے کہ ان کی کتابوں میں یہ قاعدہ صراحت

۱۷۔ ابن العربی، **المسالك**، كتاب الطلاق، باب جامع الطّلاق، ۵: ۶۵۱۔

۱۸۔ ابو حاتم محمد بن حبان الدارمی، **صحیح ابن حبان بترتيب ابن بلبان**، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ نِكَاحِ الْكُفَّارِ، ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُدْحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ حَدَّثَ بِهِ مَعْمَرٌ بِالْبَصْرَةِ (بيروت، مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۸ھ)، رقم: ۴۱۵۷۔

۱۹ — محمد بن ادریس الشافعی، **الأم** (بيروت: دار المعرفة، ۱۴۱۰ھ)، ۵: ۱۷۵۔

کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ اسی لیے تاج الدین سبکی کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ اگرچہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصوص میں تحریر شدہ نہیں پایا لیکن امام الحرمین ابو المعالی الجوینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ان سے ان کے مذہب کی زبان کے طور پر بلکہ حقیقت میں شریعت کی زبان کے طور پر نقل کیا ہے۔[۲۰] اسی لیے اس قاعدے کی بناوٹ میں عبارتیں مختلف ہیں۔ فقہا نے اس قاعدے پر عمل کرنے پر بھی اتفاق نہیں کیا بلکہ ان میں سے کچھ نے اسے مقید کیا ہے اور کچھ نے اس پر عمل کرنے کے لیے کچھ شرائط رکھی ہیں۔ اسی طرح ظاہری طور پر یہ قاعدہ امام شافعی کے ایک اور قاعدے[۲۱] کے معارض بھی ہے ان تمام امور کی وضاحت درج ذیل ہے۔

قاعدے کے مفردات

اس عظیم قاعدے کی بناوٹ کے بارے میں عبارتیں مختلف ہیں اور سب سے پہلی شخصیت جس سے یہ قاعدہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے وہ امام الحرمین جوینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا کہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اس قاعدے کی نسبت امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرتے ہیں۔ امام جوینی فرماتے ہیں: "ترك الاستفصال فِي حكايات الْأَحْوَال مَعَ الِاحْتِمَال يتنزل منزلة الْعُمُوم فِي الْمقَال."[۲۲] فقہا کے ہاں اس قاعدے کے مفردات میں بحث کرتے ہوئے میں امام جوینی کی عبارت کو ہی اصل قرار دوں گا۔ میں نے اپنی تحقیق کے دوران فقہا میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا جس نے اس قاعدے کی عبارت میں امام جوینی کی بعینہٖ موافقت کی ہو، لیکن انھوں نے اس قاعدے کو ایسے صیغوں میں ڈھالا ہے جو جوینی کی عبارت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ فقہا نے اس بات کی بھی پوری کوشش کی ہے کہ قاعدے کے معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اسی طرح میں نے فقہا کی عبارتوں کی چھان بین کرنے کے دوران میں دیکھا ہے کہ یا تو یہ اختلاف محض تقدیم و تاخیر کا ہے یا ایک کلمے کو دوسرے کلمے سے تبدیل کرنے کا یا ایک لفظ یا جملے کو حذف کرنے کا یا کسی ایک لفظ یا جملے کے اضافے کا ہے۔

تقدیم و تاخیر

کچھ اہل اصول نے کچھ کلمات کو دوسرے کلمات پر مقدم کر کے امام جوینی کی عبارت کی مخالفت کی

۲۰۔ تاج الدین السبکی، مصدر سابق، ۲: ۱۳۷۔

۲۱۔ حِكَايَةِ الْحَالِ إِذَا تَطَرَّقَ إِلَيْهَا الِاحْتِمَالُ كَسَاهَا ثَوْبَ الْإِجْمَالِ وَسَقَطَ بِهَا الِاسْتِدْلَال۔

۲۲ – الجوینی، مصدر سابق، ۱: ۱۲۲۔

ہے جیسا کہ امام غزالی نے کیا ہے کہ انھوں نے حکایات الأحوال کے الفاظ کو مقدم کر دیا اور کہا: "حکایات الأحوال إذا تطرق إليها الاحتمال وأضرب الشرع عن الاستفصال فمطلق كلامه لعموم المقال۔"[۲۳] (مختلف حالتوں والی حکایات میں جب احتمال آجائے اور شارع نے تفصیل کے مطالبے کی طرف بھی توجہ نہ کی ہو تو شارع کا مطلق کلام ہی عموم کے قائم مقام ہو گا۔) اسی طرح امام قرافی نے بھی حِكَايَةُ الْحَالِ کے الفاظ کو تُرِكَ الِاسْتِفْصَال کے الفاظ پر مقدم کرنے میں امام غزالی کی موافقت کی ہے کہتے ہیں: "حِكَايَةُ الْحَالِ إِذَا تُرِكَ فِيهَا الِاسْتِفْصَالُ تَقُومُ مَقَامَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَالِ وَيَحْسُنُ بِهَا الِاسْتِدْلَال۔"[۲۴] (مختلف حالتوں والی حکایت میں جب تفصیل کے مطالبے کو ترک کر دیا جائے تو وہ حکم عموم کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس کے ساتھ استدلال کرنا اچھا ہوتا ہے۔) تو یہ ایسی تقدیم و تاخیر ہے جس سے نہ تو قاعدے کا معنی تبدیل ہوا ہے اور نہ قاعدے یا اس کی فروعات میں اس تبدیلی کا کوئی اثر واقع ہوا ہے۔

کچھ کلمات کو تبدیل کرنا

کچھ اہل اصول نے امام جوینی کی عبارت سے بعض کلمات کو دوسرے کلمات سے تبدیل کر دیا ہے جیسا کہ امام غزالی نے "ترك" کے کلمہ کی جگہ "أضرب عن" کے الفاظ کا استعمال کیا ہے فرماتے ہیں: "وأضرب الشرع عن الاستفصال۔"[۲۵] (شارع نے تفصیل کا مطالبہ کرنے کی طرف توجہ نہ کی ہو۔) ابن العربی نے "يتنزل" کے کلمہ کو "تتنزل" سے تبدیل کر دیا ہے: "تتنزل منزلَة الْعُمُوم۔"[۲۶] (عموم کے قائم مقام ہو گا۔) ابن العربی کی یہ عبارت تمام عبارتوں میں سے امام جوینی کی عبارت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح امام رازی نے حکایات کے لفظ کا مفرد ذکر کیا ہے: "ترك الاستفصال في حكاية الحال۔"[۲۷] (مختلف حالتوں والی حکایت میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا) اس بارے میں امام رازی کی اور بھی

۲۳۔ ابوحامد محمد بن محمد الغزالی، **المنخول من تعليقات الأصول** (بیروت: دار الفكر، ۱۴۱۹ھ)، ۲۲۳۔

۲۴۔ القرافی، مصدرِ سابق، ۲: ۸۷۔

۲۵۔ الغزالی، مصدرِ سابق، ۲۲۳۔

۲۶۔ محمد بن عبداللہ ابوبکر ابن العربی، **المحصول في أصول الفقه** (عمان: دار البيارق، ۱۴۲۰ھ)، ۷۸۔

۲۷۔ محمد بن عمر فخر الدین الرازی، **المحصول** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۳۸۶۔

بہت سے اہل اصول نے پیروی کی ہے جن میں سے امام قرافی[۲۸] الاسنوی[۲۹] امام ابن تیمیہ[۳۰] ابن النجار[۳۱] ابن بدران[۳۲] اور امام شوکانی[۳۳] وغیرہ شامل ہیں۔ ابن دقیق العید نے حکایات الأحوال کے الفاظ کو "قَضَایَا الْأَحْوَال" کے الفاظ سے تبدیل کر دیا ہے: "تَرْكَ الِاسْتِفْصَالِ فِي قَضَايَا الْأَحْوَال."[۳۴] (تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا مختلف حالتوں والے مسائل میں) اور زکریا انصاری نے انہیں وقائع الأحوال کے الفاظ سے بدل دیا ہے۔[۳۵] ان الفاظ میں امام زرکشی نے بھی زکریا انصاری کی پیروی کی ہے۔[۳۶]

اسی طرح ابن العربی نے "یتنزل" کو "ب" سے بدل کر "بمَنْزِلَة" کر دیا ہے: "تَرْكُ الاسْتِفْصَالِ في حِكَايَاتِ الأَحْوَالِ مَعَ الاحْتِمَالِ بمَنْزِلَةِ الْعُمُومِ في الْمَقَال."[۳۷] ان الفاظ میں امام ابن تیمیہ

۲۸۔ القرافی، مصدرِ سابق، ۲: ۸۷۔

۲۹۔ عبدالرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی، **التمهيد في تخريج الفروع على الأصول** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۰ھ)، ۳۳۷۔

۳۰۔ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی، **مجموع الفتاوی** (مدینہ منورہ: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، ۱۴۱۶ھ)، ۲۱: ۴۹۶۔

۳۱۔ محمد بن احمد ابن النجار، **شرح الكوكب المنير** (مكتبة العبيكان، ۱۴۱۸ھ)، ۳: ۱۷۱۔

۳۲۔ عبدالقادر بن احمد ابن بدران، **المدخل إلى مذهب الإمام أحمد بن حنبل** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۱ھ)، ۲۴۴۔

۳۳۔ محمد بن علی الشوکانی، **إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول** (بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۱۹ھ)، ۱: ۳۳۰۔

۳۴۔ محمد بن علی ابن دقیق العید، **إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام** (مطبعة السنة المحمدية، بدون طبع و تاریخ)، ۱: ۱۵۷۔

۳۵۔ زکریا بن محمد بن احمد الانصاری، **غاية الوصول في شرح لب الأصول** (مصر: دار الكتب العربية الكبرى، س ن)، ۷۷۔

۳۶۔ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی، **البحر المحيط في أصول الفقه** (دارالكتبي، ۱۴۱۴ھ)، ۴: ۲۰۱۔

۳۷۔ ابن العربی، **المسالك**، كتاب الطلاق، باب جامع الطّلاق، ۵: ۶۵۱۔

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔[۳۸] ابن ہمام نے "ینزل منزلة" کے الفاظ کو "ک" سے تبدیل کر دیا ہے: "تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ فِي وَقَائِعِ الْأَحْوَالِ كَالْعُمُومِ فِي الْمَقَالِ."[۳۹] (مختلف حالات والے واقعات میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عمومی قول کی طرح ہوتا ہے) ان الفاظ میں احناف کے کچھ فقہا نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ ابن دقیق العید نے مجہول کے صیغے کے ساتھ "يتنزَّلُ منزلةَ" کہا ہے۔[۴۰] ان الفاظ میں ابن اللحام[۴۱] اور ابن بدران[۴۲] نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ قرافی نے "تَقُومُ مَقَامَ" کے الفاظ بیان کیے ہیں۔[۴۳] السمعانی نے "یجری مجری" کے الفاظ ذکر کیے ہیں کہتے ہیں: "ترك الاستفصال في حكايات الأحوال مع الاحتمال يجرى مجرى العموم في المقال."[۴۴] (مختلف حالتوں والی حکایات میں احتمال کے موجود ہونے کے باوجود تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عمومی قول کی جگہ پر جاری ہوتا ہے۔) یہ تمام تبدیلیاں عبارت کے معنی یا اس کی فروعات میں کسی قسم کا کوئی خلل پیدا نہیں کرتیں۔

حذف

کچھ اہل اصول نے اختصار کی کوشش کرتے ہوئے امام جوینی کی عبارت سے کچھ کلمات کو حذف کر دیا ہے جیسا کہ امام قرافی نے "مَعَ الاحتِمَال" کے الفاظ کو حذف کر دیا[۴۵] اس میں بہت سے لوگوں نے[۴۶] امام قرافی

۳۸- احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحرانی، **الفتاوى الكبرى لابن تيمية** (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۰۸ھ)، ۶: ۳۰۱۔

۳۹- کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام، **فتح القدير** (بيروت: دار الفكر، س ن)، ۴: ۴۔

۴۰- محمد بن علی بن وہب ابن دقیق العید، **شرح الإلمام بأحاديث الأحكام** (شام: دار النوادر، ۱۴۳۰ھ)، ۱: ۸۸۔

۴۱- علی بن محمد بن عباس ابن اللحام، **القواعد والفوائد الأصولية ومايتبعها من الأحكام الفرعية** (مكة العصرية، ۱۴۲۰ھ)، ۳۱۱۔

۴۲- ابن بدران، مرجع سابق، ۲۴۴۔

۴۳- القرافی، **أنوار البروق**، ۲: ۸۷۔

۴۴- ابو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار السمعانی، **قواطع الأدلة في الأصول** (بيروت: دار الكتب العربية، ۱۴۱۸ھ)، ۱: ۲۲۵۔

۴۵- القرافی، **أنوار البروق**، ۲: ۸۷۔

۴۶- ابن الہمام، **فتح القدير**، ۴: ۴۔

کی پیروی کی ہے۔ یہ سب کہتے ہیں: ”تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ فِي وَقَائِعِ الْأَحْوَالِ كَالْعُمُومِ فِي الْمَقَالِ“ (مختلف حالتوں والے واقعات میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عمومی قول کی طرح ہوتا ہے۔) یہ الفاظ جو امام جوینی کی عبارت سے حذف کیے گئے ہیں ان سے قاعدے کے معنی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا، بلکہ انھوں نے یہ الفاظ حذف کر کے قاعدے کی خدمت کی ہے کیوں کہ اس طرح قاعدے میں اختصار پیدا ہو گیا ہے جو کہ اصولی قواعد کی شان ہے۔

کلمات کا اضافہ

بعض اہل اصول نے امام جوینی کی عبارت میں کچھ کلمات کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کا اس اضافے کا مقصد امام جوینی کی عبارت پر استدراک کرنا نہیں تھا، بلکہ اس کی وضاحت کرنا تھا۔ ان اضافوں میں سے امام غزالی کا ”الشرع“ اور ”مطلق کلامه“ کے الفاظ کا اضافہ ہے جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں: ”حكايات الأحوال إذا تطرق إليها الاحتمال وأضرب الشرع عن الاستفصال فمطلق كلامه لعموم المقال.“[۴۷] (مختلف حالتوں والی حکایات میں جب احتمال ہونے کے باوجود شارع نے تفصیل کے مطالبے کی طرف توجہ نہ کی ہو تو شارع کا مطلق کلام عمومی قول کے لیے ہو گا۔) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لفظ ”الشرع“ کی تفسیر ”الرسول“ سے کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: ”ترك الاستفصال من الرسول في حكايات الأحوال.“[۴۸] (رسول ﷺ کی طرف سے مختلف حالتوں والی حکایات میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا) ان الفاظ میں ابن اللحام نے بھی میں ان کی پیروی کی ہے۔[۴۹] اسی طرح امام قرافی نے عبارت کے آخر میں ”وَيَحْسُنُ بِهَا الِاسْتِدْلَال“ کی عبارت کا اضافہ کیا ہے فرماتے ہیں: ”حِكَايَةُ الْحَالِ إِذَا تُرِكَ فِيهَا الِاسْتِفْصَالُ تَقُومُ مَقَامَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَالِ وَيَحْسُنُ بِهَا الِاسْتِدْلَال“[۵۰] (مختلف حالت والی حکایت میں جب تفصیل کے مطالبے کو ترک کر دیا گیا ہو تو یہ

۴۷۔ الغزالی، **المنخول**، ۲۲۳۔

۴۸۔ آل تیمیہ {مجد الدین عبد السلام بن تیمیہ (م: ۶۵۲ھ) نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا جو کہ دادا ہیں، عبد الحلیم بن تیمیہ (م ۶۸۲ھ) کے۔ انھوں نے اس کتاب میں کچھ اضافہ کیا جو کہ والد ہیں اور احمد بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے۔ انھوں نے اس کتاب کی تکمیل کی جو کہ بیٹے ہیں۔}، **المسودة في أصول الفقه** (بیروت: دار الكتب العربية، س ن)، ۱۰۸۔

۴۹۔ ابو الحسن علی بن محمد ابن اللحام، **المختصر في أصول الفقه** (مکہ مکرمہ: جامعة الملك عبدالعزيز، س ن)، ۱۱۶۔

۵۰۔ القرافی، **أنوار البروق**، ۲: ۸۷۔

عمومی قول کے قائم مقام ہو گا اور اس سے استدلال کرنا اچھا ہو گا) ان الفاظ میں بہت سے اہل اصول نے ان کی پیروی کی ہے جن میں سے امام ابن اللحام نے "القواعد والفوائد الأصولية" میں،[۵۱] ابن نجار نے **شرح الكوكب المنير** میں[۵۲] اوران کے علاوہ نے بھی اس میں ان کی پیروی کی ہے۔

عبارتوں کے متعدد ہونے کے اسباب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ایسی صریح نص موجود نہیں ہے جو کسی عبارت کو خاص کرتی ہو۔امام جوینی کی عبارت پر جو تقدیم و تاخیر، اضافہ یا حذف ہے وہ یا تو قاعدے کو زیادہ واضح کرنے کے لیے ہے یا وہ قاعدے کی قیود ہیں اور اس بات کو اس طرح سے تقویت ملتی ہے کہ کچھ اہل اصول نے اس قاعدے کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا ہے مثال کے طور پر ابن العربی نے ایک مرتبہ "تتنزل منزلة الْعُمُوم" کہا تو دوسری مرتبہ پہلی عبارت کو مختصر کرتے ہوئے "بمَنْزِلَةِ الْعُمُومِ" کہہ دیا۔ پھر قرافی نے بھی ایسا ہی کیا کہ انھوں نے بھی اسے دو مختلف تعبیروں سے بیان کیا؛ پہلی تعبیر میں "تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ فِي حِكَايَاتِ الْأَحْوَالِ يَقُومُ مَقَامَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَال."[۵۳] کہا، جب کہ دوسری تعبیر میں "حِكَايَةُ الْحَالِ إِذَا تُرِكَ فِيهَا الِاسْتِفْصَالُ تَقُومُ مَقَامَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَالِ وَيَحْسُنُ بِهَا الِاسْتِدْلَال."[۵۴] کہا، چناں چہ انھوں نے "حِكَايَة" کے کلمہ کو مفرد ذکر کیا "حِكَايَةُ الْحَال" کو "الِاسْتِفْصَال" پر مقدم کیا، "يَحْسُنُ بِهَا الِاسْتِدْلَال" کا اضافہ کیا اور "تَقُومُ مَقَام" میں مؤنث کا صیغہ ذکر کیا۔ یہ ساری باتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان کا مقصد قاعدے کی حد بندی کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے معنی کی وضاحت کرنا تھا۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کیا کہ انھوں نے ایک مرتبہ تو قاعدے میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنے کو بغیر کسی قید کے ذکر کیا[۵۵] جب کہ دوسری مرتبہ تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنے کو رسول اللہ

۵۱- ابن اللحام، مرجع سابق، ۳۱۱۔

۵۲- ابن النجار، **شرح الكوكب المنير**، ۳: ۱۷۱۔

۵۳- القرافی، **أنوار البروق**، ۳: ۱۳۵۔

۵۴- نفس مصدر، ۲: ۸۷۔

۵۵- تَرْكُ الاستفصال فِي حِكَايَةِ الْحَالِ مَعَ قِيَامِ الِاحْتِمَالِ يَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَال، ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی**، ۲۱: ۲۹۶۔

ﷺ کے ساتھ مقید ذکر کیا۔[۵۶]

پسندیدہ صیغہ

امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور اس پر اہل اصول کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات پر غور وفکر کرنے کے بعد جس صیغے کو راقم اس قاعدے کے لیے مناسب خیال کرتا ہے وہ یہ ہے: "تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال." (تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عمومی قول کی طرح ہوتا ہے۔) باقی رہا ان الفاظ کو حذف کرنا جنھیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "الشرع" کے کلمہ سے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "الرسول" کے کلمہ سے تعبیر کیا ہے تو انھیں حذف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ یہ تو لازمی بات ہے کہ شارع کا ترک کرنا ہی معتبر ہوتا ہے کیوں کہ تفصیل کے مطالبے کے تارک کا ترک تب تک حجت نہیں بن سکتا جب تک اس کا بیان حجت نہ ہو اور بیان صرف شارع کا ہی حجت ہوتا ہے۔ باقی رہا ان الفاظ کو حذف کرنا جن کا اضافہ امام قرافی نے کیا ہے: "يَحْسُنُ بِهَا الِاسْتِدْلَال" تو ان کو حذف کرنا اس لیے درست ہے کہ یہ الفاظ محض ترک کے حکم کی وضاحت کے لیے ہیں اور "كعُمُومِ المُقَال" کے الفاظ ان سے غنی کر دیتے ہیں کیوں کہ جو بھی عمومی قول ہوتا ہے اس سے استدلال کرنا درست ہوتا ہے تو جب تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عمومی قول کی طرح ہو گا تو یقیناً اس ترک سے استدلال بھی درست ہو گا اس لیے اگر ان الفاظ کو عبارت میں ذکر نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح "حِكَايَةُ الحَال" کے الفاظ اور وہ تمام الفاظ جنھیں "حِكَايَةُ الحَال" سے تبدیل کیا گیا ہے ان کو حذف کرنا اس لیے درست ہو گا کہ تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہی ایسے واقعے یا حادثے میں ہے جو نبی ﷺ کے حکم کا محتاج ہو چناں چہ "حِكَايَةُ الحَال" کے الفاظ بھی عبارت میں زائد ہوئے۔ اسی طرح "مَعَ الاحْتِمَال" کے الفاظ کو حذف کرنا اس لیے درست ہے کہ اگر اس واقعہ میں احتمال پایا ہی نہ جا رہا ہو تو وہاں تفصیل کے مطالبے کے ترک کرنے کا کوئی معنی ہی نہیں ہو گا؛ کیوں کہ ایسی صورت میں تفصیل طلب کرنا ہی فضول، بے مقصد اور غیر جائز ہو گا، جب کہ نبی ﷺ کا مقام اس سے منزہ ہے۔ اسی طرح "تتنزل منزلَة" کے الفاظ کو حرف تشبیہ "ک" سے تبدیل کرنا اس لیے درست ہے کہ اس سے عبارت مختصر ہو جاتی ہے، عبارت کے معنی میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور اصولی قواعد کی یہی شان

۵۶- ترك الاستفصال من الرسول في حكايات الأحوال مع الاحتمال ينزل منزلة العموم في المقال، آل تیمیہ، ۱۰۸۔

ہوتی ہے۔ مذکورہ قاعدے کا صرف یہی معاملہ نہیں ہے کہ اس کی بناوٹ میں اختلاف ہے کہ کسی نے اس کے کچھ الفاظ میں تبدیلی کر دی تو کسی نے کچھ الفاظ کا اضافہ یا کمی کر دی، بلکہ فقہا نے اس قاعدے کی حجیت اور اس قاعدے کے قابل عمل ہونے میں بھی اختلاف کیا ہے۔

مذکورہ قاعدے پر عمل

جب نبی ﷺ نے کسی مسئلے میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کر دیا ہو جب کہ وہ مسئلہ دو یا دو سے زیادہ وجوہ کا احتمال رکھتا ہو تو اہل اصول نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ یہ ترک عموم پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت درج ذیل ہے:

پہلا قول

جب نبی ﷺ نے کسی ایسے مسئلے میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کر دیا ہو جو مسئلہ بہت سی وجوہ کا احتمال رکھتا ہو، لیکن آپ نے اس پر کوئی ایک حکم لگا دیا ہو تو آپ کا تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حکم اس مسئلے کی تمام صورتوں کے لیے عام ہے کیوں کہ اگر یہ حکم تمام وجوہ کے لیے عام نہ ہوتا تو نبی ﷺ اس کے لیے مطلق حکم ارشاد نہ فرماتے، کیوں کہ جو جگہ تفصیل کی محتاج ہو وہاں پر مطلق حکم بیان کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ یہ قول احناف[۵۷] اور مالکیہ[۵۸] کے جمہور اہل اصول کا ہے، شوافع[۵۹] اور حنابلہ[۶۰] کے ہاں بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ لہٰذا ایک نوعیت کے مسائل میں ایک حکم کی اتباع امت پر واجب ہے اور اتحاد امت مسلمہ کا تقاضا بھی ہے۔

دوسرا قول

اگر نبی ﷺ نے تفصیل کے مطالبے کو ترک کر دیا ہو تو یہ ترک اس صورت میں عموم پر دلالت کرے

۵۷- الاسنوی، **التمہید**، ۳۳۷۔

۵۸- ابن العربی، **المحصول**، ۷۸، حسن بن عمر بن عبداللہ السیناوی، **الأصل الجامع لإيضاح الدرر المنظومة في سلك جمع الجوامع** (تیونس: مطبعة النهضة، ۱۹۲۸ء)، ۱: ۱۳۲۔

۵۹- زکریا الانصاری، **غاية الوصول**، ۷۷، حسن بن محمد بن محمود العطار الشافعی، **حاشية العطار على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع** (بیروت: دار الکتب العربية، س ن)، ۲: ۲۴۔

۶۰- ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی**، ۲۱: ۵۷۲۔

گا۔ جب اس واقعے کی تفصیل نبی ﷺ کے علم میں نہ ہو لیکن اگر اس واقعے کی تفصیل آپ کے علم میں ہو تو ترک عموم پر دلالت نہیں کرے گا۔ اس قول والوں نے پہلے مذہب والوں کے موقف کو مقید کر دیا ہے۔ یہ قول امام الحرمین [۶۱] اور ابن قشیری کا ہے۔ [۶۲]

تیسرا قول

شارع سے جس واقعے کے بارے میں سوال کیا گیا ہو، شارع نے اس کے بارے میں مطلق حکم لگایا ہو اور اس بات میں التباس ہو کہ کیا نبی ﷺ کو اس واقعے کے حال کا علم تھا یا نہیں تو اس پر توقف کیا جائے گا کیوں کہ یہ مجمل ہے۔ یہ قول اس قول کے مخالف ہے جو قول شوافع کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ [۶۳]

چوتھا قول

چوتھا قول یہ ہے کہ تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عموم کی اقسام میں سے نہیں ہے، بلکہ اس بارے میں حکم نبی ﷺ کی حالت سے کفایت کرے گا نہ کہ کلام کی دلالت سے کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ نے ایک خصوصی حالت کو پہچان کر تفصیل کا مطالبہ کیے بغیر اپنی معرفت کے مطابق جواب دے دیا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص پر وہ حکم کسی ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو معنی اسی کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ حضرت خزیمہ [۶۴] اور حضرت

۶۱- الجوینی، **البرهان**، ۱: ۱۲۳۔

۶۲- الزرکشی، **البحر المحيط**، ۴: ۲۰۲۔

۶۳- نفس مصدر۔

۶۴- حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سواء بن حارث سے ایک گھوڑا خریدا تو اس نے انکار کر دیا، تو خزیمہ بن ثابت نے آپ کے لیے گواہی دی۔ تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کو کس چیز نے گواہی دینے پر ابھارا حالاں کہ آپ تو اس کے ساتھ نہیں تھے؟ تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن آپ نے جو کہا میں نے اس کی تصدیق اس لیے کی کیوں کہ میں آپ کو جانتا ہوں کہ آپ حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتے تو نبی ﷺ نے فرمایا: "خزیمہ جس کے حق میں گواہی دے یا جس کے خلاف گواہی دے اس کی گواہی کافی ہو گی، احمد بن الحسین البیہقی، **السنن الكبرى**، كِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِشْهَادِ (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۲۴ھ)، رقم: ۲۰۵۲۱۶۔

ابو بردہ[۶۵] کے قصے میں ہے۔ یہ قول کچھ شوافع جیسا کہ امام غزالی،[۶۶] إلكيا الهراسي[۶۷]، امام فخر الدین الرازی[۶۸] اور ابوالحسن آمدی[۶۹] کا ہے۔

مذاکرہ / مناقشہ

ان میں سے کوئی بھی استدلال اس بات سے سلامت نہیں ہے کہ اس کا رد نہ کیا گیا ہو۔ ان سب کا درج ذیل جواب دیا گیا ہے: یہ احتمال کہ نبی ﷺ کو خاص حالت کا علم تھا تو اس قول کے دو جواب دیے گئے ہیں۔ پہلا: یہ احتمال عموم کی قوت سے مانع ہے جب کہ اس کا ظہور ممکن نہیں ہے کیوں کہ اصل عدم معرفت ہی ہے جب تک کہ اسے ذکر نہ کر دیا جائے۔[۷۰] دوسرا: اس احتمال کی طرف جانا تب درست ہو گا جب یہ احتمال مساوی نہ ہو بلکہ راجح ہو تو اس وقت اس کی طرف متوجہ ہونا کیسے درست ہو سکتا ہے جب یہ مرجوح ہو۔[۷۱] لہٰذا اتحاد امت مسلمہ کا تقاضا

۶۵۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو ہمیں خطبہ دیا، فرمایا: "جس نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی تو اس نے درست قربانی کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو یہ گوشت کی بکری ہے"۔ ابو بردہ بن نیار کھڑے ہو کر فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میں نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کر دی اور میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے اور پینے کا دن ہے چناں چہ میں نے جلدی کی اور میں نے خود بھی گوشت کھالیا اور اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو بھی کھلا دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ گوشت کی بکری ہے"۔ تو انھوں نے کہا: میرے پاس ایک چھ ماہ کا بھیڑ کا بچہ ہے جو میری گوشت والی بکری سے زیادہ اچھا ہے کیا وہ مجھے کفایت کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں۔ لیکن تیرے بعد کسی اور سے کفایت نہیں کرے گا"، البخاری، **الجامع الصحیح**، أَبْوَابُ العِيدَيْنِ، بَابُ كَلاَمِ الإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ العِيدِ وَإِذَا سُئِلَ الإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ، رقم: ۹۸۳۔

۶۶۔ ابو حامد محمد بن محمد الطوسی الغزالی، **المستصفی** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۳۱ھ)، ۲۳۶۔

۶۷۔ الزرکشی، **البحر المحیط**، ۴: ۲۰۲۔

۶۸۔ الرازی، **المحصول**، ۳: ۳۸۸۔

۶۹۔ ابو الحسن سید الدین علی بن ابو علی الآمدی، **الإحكام في أصول الأحكام** (بیروت: المکتب الإسلامي، س ن)، ۲: ۲۳۷۔

۷۰۔ آل تیمیہ، **المسودة في أصول الفقه**، ۱۰۹۔

۷۱۔ الشوکانی، **إرشاد الفحول**، ۱: ۳۳۰۔

ہے کہ اس میں تخفیف کو رائج کیا جائے۔

باقی جو اس حکم کے ساتھ صاحب حال کے خاص ہونے کے احتمال والا قول ہے تو اس قول کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل عدم تخصیص ہوتی ہے۔ اگر نبی ﷺ کسی حکم کے ساتھ کسی کو خاص کرنے کا ارادہ کریں جیسا کہ حضرت خزیمہ ؓ کے قصہ میں ہے تو آپ اس تخصیص کو بیان کرتے ہیں اور یہی معاملہ حضرت ابو بردہ ؓ کے واقعے کا بھی ہے کہ آپ نے اس میں بھی تخصیص کو بیان کر دیا۔ [۷۲]

باقی رہا اس حکم کے مجمل ہونے والا قول اور یہ کہ اس پر توقف کیا جائے گا [۷۳] تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل کسی خاص حالت میں واقع نہ ہونا ہوتا ہے، چناں چہ وہ اسی حالت کی طرف لوٹے گا جس کے وقوع کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ [۷۴]

بیان کردہ ابحاث یہ ثابت کرتی ہیں کہ سنت اپنی نوعیت میں حجت ہی رہے گی؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی مکمل زندگی ہی ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے لہٰذا ان میں فعل کی ترغیب اور ترک کی تردید بے معنی ہے۔

راجح رائے

اس بارے میں وارد ہونے والے سارے اقوال میں غور و فکر کرنے کے بعد باحث کے نزدیک یہی قول راجح ہے کہ نبی ﷺ کا تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا حکم کے عام ہونے پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ نبی ﷺ کا تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا بیان کو اس کی ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنے، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کو چھپانے اور جس چیز کی تبلیغ کی دعوت دی گئی ہے اس کی تبلیغ نہ کرنے کے مترادف ہے جب کہ مذکورہ امور نبی ﷺ کے حق میں ممنوع ہیں کیوں کہ آپ معصوم عن الخطا ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ نبی ﷺ سے بہت سے واقعات میں تفصیل طلب کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت ماعز ؓ کے واقعہ میں ہے [۷۵] کہ جب انھوں نے زنا کا اقرار کیا تو آپ نے ان سے بہت سے ایسے سوال کر کے تفصیل طلب کی جن میں حالت کے مختلف ہونے کے ساتھ

۷۲۔ نفس مرجع، ۱: ۳۴۶۔

۷۳۔ الزرکشی، **البحر المحیط**، ۴: ۲۰۲۔

۷۴۔ نفس مصدر، ۴: ۲۰۳۔

۷۵۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کِتَابُ الحُدُودِ، بَابٌ هَلْ يَقُولُ الإِمَامُ لِلْمُقِرِّ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ غَمَزْتَ، رقم: ۶۸۲۴۔

حکم مختلف ہوتا ہے۔ پھر جب یہ واضح ہو گیا کہ انھوں نے زنا ہی کیا ہے تو آپ نے ان کے رجم کا حکم صادر فرمایا۔ اسی طرح آپ کا اس صحابی کے واقعے میں تفصیل کا مطالبہ کرنا بھی ثابت ہے جس نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی تھی اور اس پر غمگین تھا تو اس سے بھی نبی ﷺ نے ساری تفصیل طلب کی اور اس کی بیوی کو اس پر لوٹا دیا۔[۷۶] ان واقعات کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن میں اگر حکم خاص ہوتا تو نبی ﷺ تفصیل طلب فرماتے۔ لہٰذا وہ معاملات جن کا تعلق عمومی مفاد یا عمومی نقصان سے ہو یعنی احکامات سے متعلق معاملات میں صاف گوئی اور واضح عمل درآمد ہی سے امت کو آنے والے نقصانات سے بچایا جا سکتا ہے۔

اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ کا تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عموم پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اس صحابی کا واقعہ ہے جو اسلام لایا تو اس کی دس بیویاں تھیں تو اسے نبی ﷺ نے فرمایا: ان میں سے چار کو رکھ لو اور باقی سب کو چھوڑ دو۔[۷۷] یہاں نبی ﷺ نے اس سے تفصیل کا مطالبہ نہیں کیا کہ تو نے ان سب سے ایک ساتھ شادی کی تھی یا یکے بعد دیگرے کی تھی۔ اگر یہ حکم دونوں حالتوں کو عام نہ ہوتا تو آپ ﷺ مطلق حکم نہ دیتے، کیوں کہ جو جگہ تفصیل چاہتی ہو وہاں مطلق حکم لگانا ممنوع ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نے کسی مسئلے میں تفصیل پوچھے بغیر کوئی کام ترک کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ حکم اس مسئلے کی تمام صورتوں کو شامل ہو گا یعنی دونوں صورتوں میں چار سے زائد بیویوں کو چھوڑنے کا حکم لاگو ہو گا۔ لہٰذا بے جا وضاحت کو کریدنا اسلام کے حسن کے خلاف ہے۔

تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنے کی دلالت عموم پر دلالت کرنے کی قوت کے اعتبار سے ایک درجے پر نہیں ہوتی اسی کے بارے میں تاج الدین سبکی کہتے ہیں: جب نبی ﷺ سے کسی واقعے کے بارے میں سوال کیا جائے اور آپ اس کی حالت کے متعلق تفصیل طلب فرمائیں تب بھی آپ نے واقعے کے باقی جن پہلوؤں کی تفصیل نہ پوچھی ہو ان میں عموم ہی باقی رہے گا، بلکہ اگر آپ نے مطلق طور پر بالکل ہی تفصیل نہ پوچھی ہو تو یہ صورت عموم سے بھی زیادہ بلیغ ہو گی، کیوں کہ آپ کا کسی ایک حالت کی تفصیل پوچھنا اور دوسری حالت پر خاموشی اختیار کرنا

۷۶- الترمذی، **السنن**، أَبْوَابُ الطَّلَاقِ وَاللِّعَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، رقم: ۱۱۷۷۔

۷۷- ابن حبان، **صحیح ابن حبان**، كِتَابُ النِّكَاحِ بَابُ نِكَاحِ الْكُفَّارِ، ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُدْحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ حَدَّثَ بِهِ مَعْمَرٌ بِالْبَصْرَةِ، رقم: ۴۱۵۷۔

سکوت والی صورت میں عموم پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے اور آپ کا تفصیل کا مطالبہ کرنے والے مقام پر تفصیل کا مطالبہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے جس چیز کی تفصیل پوچھی ہے اسے حکم میں مقید کر دیا ہے۔(۷۸) جیسا کہ اس بندے کا قصہ ہے جس کو نبی ﷺ نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا"لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ" تو آپ نے پوچھا: "مَنْ شُبْرُمَةَ؟ اس نے کہا: میرا بھائی یا میرا قریبی ہے۔ تو آپ نے پوچھا: "کیا تو نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟" تو اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: "پہلے اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمة کی طرف سے حج کر"(۷۹) تو ثابت ہوا کہ جس بندے نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کی طرف سے حج کرے چاہے وہ اپنے حج کی استطاعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور چاہے وہ یہ حج اپنے خرچ پر کر رہا ہو یا کسی اور کے خرچ پر، کیوں کہ نبی ﷺ نے جس بندے کو شبرمة کی طرف سے تلبیہ پکارتے ہوئے سنا اس سے استطاعت یا نفقہ کے بارے میں تفصیل نہیں پوچھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر یہ چیزیں بھی کسی کی طرف سے حج کرنے میں اثر رکھتیں تو آپ اس سے اس بارے میں بھی ضرور تفصیل پوچھتے جیسے آپ نے یہ تفصیل پوچھی کہ شبرمة کون ہے اور کیا تو نے اپنی طرف سے حج کیا ہے کہ نہیں کیا؟

اسی طرح تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا تمام حالتوں میں عموم پر دلالت نہیں کرتا۔ علی بن اسماعیل اَبْیَاري رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کو کچھ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔(۸۰)

<u>پہلی:</u> اگر یہ بات واضح ہو جائے کہ نبی ﷺ اس خاص واقعے پر مطلع تھے تو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں عموم کا تقاضا ثابت نہیں ہو گا۔

<u>دوسری:</u> نبی ﷺ سے اس مسئلے کی کیفیت کا استفہام کسی بھی طریقے سے ثابت نہیں ہو گا اور اس کی کئی اقسام ہیں۔ ہر قسم کا حکم بھی اس کے مطابق مختلف ہو گا اور آپ کا مطلق جواب اس لفظ کے قائم مقام ہو گا جو لفظ ان تمام اقسام کے لیے عام ہو گا، کیوں کہ اگر حالتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ حکم بھی مختلف ہو رہا ہو کہ کبھی تو ثابت ہو رہا ہو اور کبھی ثابت نہ ہو رہا ہو تو جس پر وہ حالت ہی ملتبس ہو رہی ہے اس کے

۷۸- تاج الدین السبکی، **الأشباه والنظائر**، ۲: ۱۴۲۔

۷۹- ابو داؤد السجستانی، **السنن**، كِتَاب الْمَنَاسِكِ، بَابُ الرَّجُلِ يَحُجُّ عَنْ غَيْرِهِ، رقم: ۱۸۱۱۔

۸۰- علی بن اسماعیل الابیاری، **التحقيق والبيان في شرح البرهان في أصول الفقه**(کویت: دار الضیاء، ۱۴۳۴ھ)، ۲: ۵۔

لیے مطلق حکم بیان کرنا بھی درست نہیں ہو گا، کیوں کہ اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی حالت کسی ایسی صورت پر واقع ہو رہی ہو جس پر وہ حکم لاگو نہ ہو رہا ہو چناں چہ ضروری ہے کہ وہ عموم تمام حالتوں پر منطبق ہو اور اس عموم کے الفاظ ایسے ہوں جو اس صورت پر اتفاق کے متقاضی ہوں۔

تیسری: آپ اس واقعے کے بارے میں اس کے وجود کے دخول کے اعتبار سے سوال کریں نہ کہ اس کے وقوع کے اعتبار سے جیسا کہ آپ سے رمضان میں دن کے وقت جماع کرنے والے کے بارے میں سوال کیا جائے تو آپ اس کے بارے میں فرمائیں کہ اس کا فلاں فلاں حکم ہے تو یہ چیز تقاضا کرتی ہے کہ یہ حکم تمام حالتوں کے لیے ہے، کیوں کہ جب آپ سے اس مسئلے کے بارے میں مبہم سوال کیا گیا اور آپ نے تفصیل کے ساتھ جواب نہیں دیا تو آپ کا عموم ہی تمام حالتوں پر منطبق ہو گا۔

چوتھی: جس واقعے کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ فی الوجود حاصل ہو چکا ہو اور اس کے بارے میں مطلق سوال کیا جائے اور آپ جواب بھی مطلق ہی دیں تو اس صورت میں کسی وجودی قید کی طرف التفات کرنا واقعے کی تمام حالتوں پر اس حکم کے صادق ہونے کو مانع ہو گا اور سوال کے مطلق ہونے کی طرف التفات کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جواب دینے والے کی غرض میں تمام حالتیں برابر ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی صورت کی طرف التفات کیا ہے۔ یہ اشکال کے ازالے، ارشاد کے مقصود اور مکمل بیان کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔[81]

مذکورہ حالتیں جنھیں ابیاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان حالتوں میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عموم پر تو دلالت کرتا ہے لیکن مطلق طور پر عموم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کے عموم پر دلالت کرنے کے لیے بہت سی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان شرائط کا بیان درج ذیل ہے۔

مذکورہ قاعدے پر عمل کی شرائط

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عموم کے قائم مقام ہوتا ہے وہ بھی مطلق طور پر اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاں بھی اس کے لیے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ تمام شرائط ان کی تصنیفات میں موجود مختلف جگہوں کی عبارتوں سے اخذ کی گئی ہیں، وہ شرائط یہ ہیں:

---

۸۱ – الزرکشی، البحر المحیط، ۴: ۲۰۶۔

پہلی شرط: وہ عمومی قول ان احتمالات میں سے کسی احتمال کے معارض نہ ہو جن کا وہ واقعہ شرعی نص کے اعتبار سے احتمال رکھتا ہو۔ جب احتمال نصوص شرعیہ میں سے کسی نص کے معارض آجائے تو اسے لفظ کا عموم شامل نہیں ہو گا اور وہ قاعدے کے لیے مخصص بن جائے گا اور یہ شرط امام شافعی کی غیلان ثقفی کے قصہ کے بارے میں کی گئی گفت گو سے سمجھ آتی ہے کہ جب غیلان ثقفی اسلام لائے اور ان کے تحت دس عورتیں تھیں تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ چار کو روک لیں اور آپ نے ان سے تفصیل نہیں پوچھی تو یہاں امام شافعی فرماتے ہیں: اس واقعے سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی مشرک اسلام لائے اور اس کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان میں سے جن چار کو چاہے روکے رکھے اور باقی سب کو چھوڑ دے، باقی اس کے لیے حلال نہیں ہیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ [۸۲] (پس تم نکاح کرو جو عورتیں تمھیں پسند ہوں دو دو، تین تین اور چار چار) جیسا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ اسلام میں چار سے زیادہ عورتوں کو جمع نہ کیا جائے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ سب ایک عقد سے اس کے پاس آئی ہوں یا متفرق عقود سے اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ ان میں سے جس عورت سے پہلے نکاح کیا ہو اس کو چھوڑ دے یا بعد والی کو؛ شرط یہ ہے کہ جن عورتوں کو وہ روکے رکھے ان میں سے کوئی ایسی محرم نہ ہو جس سے نکاح کرنا اسلام میں ہر صورت حرام ہو۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ وہ اسلام لائے اور اس کے تحت کوئی بت پرست یا مجوسی عورت ہو تو ایسی عورت کو رکھنا درست نہیں ہے الا کہ وہ عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے اسلام لے آئے؛ کیوں کہ اس کے لیے اسلام لانے کے بعد ایسی عورت سے نکاح کرنا حلال ہی نہیں ہے۔[۸۳] یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدے میں عموم کو نہیں لیا بلکہ اس چیز کو قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول یا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہو جیسا کہ بت پرست یا مجوسی عورت سے نکاح۔

دوسری شرط: وہ ایسا مرجوح احتمال نہ ہو کہ مطلق حکم لگانے میں متقارب اور متساوی احتمالات کی تصویر حاصل ہو رہی ہو۔ باقی رہا مرجوح احتمال تو وہ لفظ کی دلالت میں عیب کا باعث نہیں ہوتا وگرنہ تو تمام عمومات کی

۸۲- القرآن،۴: ۳۔

۸۳- الشافعی،الأم،۵: ۱۷۵۔

دلالت ہی ساقط ہو جائے؛ کیوں کہ ان سب میں ہی تخصیص کا احتمال ہوتا ہے بلکہ تمام سماعی دلائل کی دلالت ہی ساقط ہو جائے کیوں کہ مجاز اور اشتراک کا احتمال تو تمام الفاظ میں ہی ہوتا ہے، لیکن یہ باطل ہے چناں چہ یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ وہ احتمال جو اجمال کو واجب کرتا ہے وہ مساوی یا مقارب احتمال ہوتا ہے نہ کہ مرجوح احتمال۔[۸۴] اس کی مثال ایسے ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ جب انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیوی کی حالت کے بارے میں کوئی سوال کیے بغیر کہ کیا وہ حاملہ تھی یا غیر حاملہ وغیرہ اور کوئی تفصیل طلب کیے بغیر ان پر رجوع کو لازم قرار دے دیا تو اہل اصول کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک آپ کا اس واقعہ میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عموم کے قائم مقام ہے، لیکن یہاں پر یہ ماخذ اس لیے کم زور پڑ جاتا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ آپ نے اس لیے تفصیل کے مطالبے کو ترک کیا کیوں کہ حمل کے دوران حیض کا آنا بہت نادر ہوتا ہے۔[۸۵]

تیسری شرط: اس واقعے سے پہلے کوئی وضاحت نہ ہو چکی ہو۔[۸۶] اگر شارع کی طرف سے واقعے سے پہلے کوئی وضاحت ہو چکی ہو تو جو حکم شارع نے پہلے بیان کیا ہو گا وہ عمومی نص میں داخل نہیں ہو گا۔ اس کی مثال اس صحابی والا قصہ ہے جس کے بارے میں ایک عورت نے گواہی دی کہ میں نے اسے اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو کہا: "اب تو اس کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے جب کہ اس عورت کا یہ خیال ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے! بس تو اسے چھوڑ دے۔"[۸۷] تو یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو اس کی بیوی سے منع کر دیا اور آپ نے نہ تو کوئی کیفیت پوچھی اور نہ ہی اس عورت سے دودھ پلانے کی تعداد کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے تفصیل کے مطالبے کو اس لیے ترک کیا کیوں کہ آپ رضاعت کی حرام قرار دینے والی مقدار کی وضاحت پہلے ہی کر چکے تھے۔

۸۴۔ القرافی، **أنوار البروق**، ۲: ۸۷۔

۸۵۔ ابن دقیق العید، **إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام**، ۲: ۱۸۲۔

۸۶۔ یحییٰ بن شرف نووی، **المجموع شرح المهذب** (بیروت: دار الفکر، س ن)، ۱۸: ۲۱۶۔

۸۷۔ البخاری، **الجامع الصحيح**، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ، ۵۱۰۴۔

چوتھی شرط: نبی ﷺ کو واقعے کی اس صورت کا علم نہ ہو جو صورت جواب کی اس صورت سے خارج ہونے کا تقاضا کرتی ہو۔[۸۸] باقی رہا اس بات کا احتمال کہ آپ کو اس کا علم ہو گا تو یہ احتمال قاعدے میں عیب کا سبب نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اثر انداز ہونے والا ہے۔

جب یہ چاروں شرائط پائی جا رہی ہوں تو تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنا عمومی قول کی طرح ہی ہو گا سوائے اس کے کہ یہ قاعدہ اس دوسرے قاعدے کے معارض ہو جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے: "قَضَايَا الْأَحْوَالِ إِذَا تَطَرَّقَ إِلَيْهَا الاِحْتِمَالُ كَسَاهَا ثَوْبَ الْإِجْمَالِ وَسَقَطَ بِهَا الاِسْتِدْلَالَ."[۸۹] (مختلف حالتوں والے قضایا میں جب احتمال آجائے تو وہ احتمال اسے اجمال کا لباس پہنا دیتا ہے اور اس کے ساتھ استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔) دونوں قواعد کے درمیان موافقت درج ذیل ہے:

موافقت

مذکورہ قاعدہ ان تمام اصولی قواعد کے ساتھ متفق ہے جن پر اہل اصول کا اتفاق ہے سوائے اس کے کہ یہ قاعدہ امام شافعی کی طرف منسوب ایک دوسرے قاعدے سے ظاہری طور پر متعارض ہے۔ اس تعارض کے بارے میں اہل اصول کے جوابات مختلف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا جواب

ان دونوں قاعدوں میں اشکال ہے؛ کیوں کہ ان میں سے پہلا قاعدہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام احتمالات کو عام ہے جب کہ دوسرا قاعدہ ان تمام کو عام نہیں ہے بلکہ یہ مجمل سے ہے چناں چہ اس کے ساتھ عموم پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، ان دونوں پر توقف کیا جائے گا۔ یہ بعض شوافع[۹۰] اور بعض حنابلہ[۹۱] کا قول ہے۔

دوسرا جواب

یہ دونوں قاعدے امام شافعی کے قول ہیں اور یہ دونوں ہی صحیح ہیں اور ان میں سے زیادہ صحیح یہ

۸۸۔ الزرکشی، **البحر المحیط**، ۴: ۲۰۷۔

۸۹۔ نفس مصدر، ۴: ۲۰۸۔

۹۰۔ زکریا الانصاری، **غایة الوصول**، ۷۸۔

۹۱۔ ابن اللحام، **القواعد والفوائد**، ۲۱۱۔

ہے: ”تَرْكُ الاِسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال کیوں کہ اگر وہ حکم تمام حالتوں کو عام نہ ہوتا تو آپ مطلق کلام نہ کرتے یہ بات ممنوع ہے کہ جو جگہ تفصیل کی محتاج ہو وہاں مطلق بات کی جائے۔ یہ بعض شوافع جیسا کہ انصاری کا قول ہے۔[۹۲]

تیسرا جواب

مذکورہ دونوں قاعدوں میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ یہ دونوں قاعدے ایک دوسرے سے بالکل الگ اور ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ یہ اکثر اہل اصول کا قول ہے پھر اہل اصول نے ان دونوں کے درمیان جمع وتوفیق کی کوشش میں چار اقوال پر اختلاف کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

جمع کے بارے میں پہلا قول

تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قواعد کو مندرجہ ذیل طریقہ سے جمع کیا ہے: پہلی بات یہ ہے کہ یہ دونوں قاعدے ایک محل پر وارد نہیں ہوئے چناں چہ تَرْكُ الاِسْتِفْصَال مطلق صیغے میں ہے اور مختلف حالتوں والے واقعے پر وارد ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقعے میں عموم نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کا حکم بھی عمومی نہ لگاتے جیسا کہ اس صحابی کے قصے میں ہے جو اسلام لائے اور ان کے تحت دو بہنیں تھیں تو نبی ﷺ نے ان سے کہا: تو ان دونوں میں سے جسے چاہے اختیار کرلے[۹۳] اور آپ نے اس صحابی سے اس بات کی کوئی تفصیل نہیں پوچھی کہ ان میں سے کس سے پہلے نکاح کیا تھا اور کس سے بعد میں، نہ ہی یہ پوچھا کہ ان دونوں کو ایک ہی عقد سے اپنے نکاح میں لیا تھا یا متفرق عقود سے؛ چناں چہ پتہ چلا کہ اگر حکم مختلف ہوتا تو نبی ﷺ ضرور تفصیل کا مطالبہ کرتے؛ کیوں کہ نبی ﷺ کی شان اس بات سے بہت عظیم اور بلند ہے کہ آپ تقیید والی جگہ مطلق حکم لگائیں جب کہ دوسرا قاعدہ کسی ایسے واقعے کے بارے میں ہے کہ جس میں آپ نے کوئی حکم لگایا اور ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ واقعہ دو صورتوں میں سے کس صورت پر واقع ہوا تو اس میں یہ حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ واقعہ دونوں صورتوں پر واقع ہوا اور اس پر فیصلہ کرنا قطعی غلطی ہے اگرچہ وہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے مگر ہمیں تو قطعی طور پر اسی بات کا علم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک صورت پر واقع ہوا ہے۔ چناں چہ اسی ایک صورت کے موافق

۹۲– زکریا الانصاری، مصدر سابق، ۷۷۔

۹۳– الترمذی، **السنن** لَأبْوَابُ النِّكَاحِ ،بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ أُخْتَانِ، رقم: ۱۱۲۹۔

ہی حکم لگایا جائے گا تو جب ہم اس صورت کو جانتے ہی نہیں ہیں تو ہم توقف کریں گے اور اجمال کے ساتھ فیصلہ کریں گے جیسا کہ نبی ﷺ کا اپنی کسی بیوی کے ساتھ ایک برتن میں غسل کرنے کا معاملہ ہے[۹۴] کہ آپ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاتھ اس برتن میں مختلط ہوتے تھے تو اس صورت میں ایک دوسرے پر چھینٹے پڑنے کا احتمال موجود ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس طرح کی چیز نقصان دہ نہیں ہوتی، نہ ہی یہ چیز پانی کے مخالف ہے اور نہ ہی اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنے پر استدلال کیا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ یہ جائز ہے کہ آپ کی اس زوجہ نے وہ پانی آپ کے بعد استعمال کیا ہو۔ دوسری بات: تَرْكُ الاِسْتِفْصَال ایسا حکمی عموم ہے جو کسی صیغے سے حاصل نہیں ہوتا جب کہ دوسرا ایسا حکمی اجمال ہے جو کسی صیغے سے حاصل نہیں ہوتا۔ جو صیغہ ہے وہ صرف وضاحت کرنے کے لیے آیا ہے کیوں کہ یہ صیغہ ان دو حالتوں میں سے ایک کے موافق ہے۔ جو حالتیں اس حکم پر صیغے کے وارد ہونے پر معروف ہیں؛ چناں چہ اس میں کوئی اشکال واقع ہی نہیں ہوتا، سوائے دوسری حالت میں کہ جب اس پر مطلع ہی نہ ہوا جائے؛ چناں چہ اجمال اس حکم میں ہوا نہ کہ اس کے صیغے میں۔[۹۵]

جمع کے بارے میں دوسرا قول

قرافی نے بھی ان دونوں قاعدوں کے درمیان جمع کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”امام شافعی کے قول میں کوئی اختلاف یا تناقض نہیں ہے۔ باقی ان دونوں قاعدوں کے درمیان فرق کی بنیاد کئی قواعد پر ہے: مرجوح احتمال لفظ کی دلالت میں قادح نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو تمام عمومات کی دلالت ہی ساقط ہو جاتی کیوں کہ تمام عمومات میں تخصیص کا احتمال ہوتا ہے بلکہ تب تو تمام سماعی دلائل کی دلالت ہی ساقط ہو جاتی کیوں کہ تمام الفاظ میں مجاز اور اشتراک کا احتمال ہوتا ہے لیکن یہ بات باطل ہے چناں چہ یہ بات متعین ہو گئی کہ وہ احتمال جو اجمال کو واجب کرتا ہے وہ یا تو مساوی احتمال ہوتا ہے یا مقارب، باقی رہا مرجوح احتمال تو وہ اجمال کو واجب نہیں کرتا۔[۹۶] جب صاحب شریعت کے کلام میں دو احتمال ہوں اور وہ دونوں احتمال مساوی ہوں تو وہ مجمل ہو جاتا ہے اور اسے ان دونوں میں سے

۹۴- مسلم، **الصحيح**، كِتَابُ الْحَيْضِ، بَابُ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَاءِ فِي غُسْلِ الْجَنَابَةِ، وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ، وَغُسْلِ أَحَدِهِمَا بِفَضْلِ الْآخَرِ، رقم: ۳۱۹۔

۹۵- تاج الدین السبکی، **الأشباه والنظائر**، ۲: ۱۴۲۔

۹۶- القرافی، **أنوار البروق**، ۲: ۸۷۔

کسی ایک پر محمول کرنا دوسرے پر محمول کرنے سے افضل نہیں ہوتا۔[۹۷] جب صاحب شریعت کا لفظ ظاہر ہو یا کوئی جنس میں نص ہو اور وہ جنس اپنی انواع اور اپنے افراد میں متردد ہو تو یہ چیز دلالت میں قادح نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾[۹۸] (پس ایک گردن کو آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں) یہ الفاظ گردن کے آزاد کرنے میں تو ظاہر ہیں لیکن اس گردن کے مذکر یا مؤنث ہونے، لمبی یا چھوٹی ہونے اور اس کے علاوہ دوسرے اوصاف میں متردد ہیں یہ چیز گردن کو آزاد کرنے کے وجوب پر دلالت کرنے میں قادح نہیں ہے اور یہی معاملہ باقی ان تمام کلی مطلقات کا بھی ہے جن کے مثل میں نہ تو کوئی قدح ظاہر ہو اور نہ ہی کوئی اجمال۔

جب یہ قواعد تحریر کر دیے گئے ہیں تو ہم کہتے ہیں: کبھی کبھار شارع کے کلام میں پائے جانے والے احتمالات مساوی ہونے کے باوجود قادح ہوتے ہیں اور کبھی لفظ کے مدلول میں ہوتے ہیں تو قادح نہیں ہوتے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إِنَّ حِكَايَةَ الْحَالِ إِذَا تَطَرَّقَ إِلَيْهَا الِاحْتِمَالُ سَقَطَ بِهَا الِاسْتِدْلَال" تو اس قول سے امام شافعی کی مراد یہ ہے کہ جب شارع کے کلام میں پیدا ہونے والے احتمالات برابر ہوں اور ان کے اس قاعدے: "حِكَايَةَ الْحَالِ إِذَا تُرِكَ فِيهَا الِاسْتِفْصَالُ قَامَتْ مَقَامَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَال" سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب مدلول کے محل میں احتمالات ہوں اور ان پر دلیل بھی نہ ہو، چناں چہ پتا چلا کہ ان کا یہ قول: "حِكَايَةُ الْحَالِ إِذَا تَطَرَّقَ إِلَيْهَا الِاحْتِمَالُ كَسَاهَا ثَوْبَ الْإِجْمَالِ وَسَقَطَ بِهَا الِاسْتِدْلَال" ان احتمالات کے بارے میں ہے جو حکم کی دلیل میں ثابت ہوں نہ کہ حکم کے محل میں برعکس ان کے اس قول کے: "إِنَّ تَرْكَ الِاسْتِفْصَالِ فِي حِكَايَةِ الْحَالِ تَقُومُ مَقَامَ الْعُمُومِ فِي الْمَقَال" تو یہ قاعدہ ان احتمالات کے بارے میں ہے جو حکم کے محل میں ثابت ہوں نہ کہ اس کی دلیل میں چناں چہ ان کے دونوں اقوال میں کوئی تناقض یا اختلاف نہیں ہے بلکہ ان کے ہر قول کی ایک الگ جگہ ہے جو اسی کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اس جمع میں الاسنوی[۹۹]

۹۷۔ نفس مصدر۔

۹۸۔ القرآن، ۳: ۵۸۔

۹۹۔ الاسنوی، **التمہید**، ۳۳۸۔

اور ابن اللحام (۱۰۰) نے بھی قرافی کی متابعت کی ہے۔ پہلے قاعدے کی مثال غیلان ؓ کا قصہ ہے اور دوسرے کی مثال نبی ﷺ کا یہ قول ہے: جس زمین کو آسمان سیراب کرے اس میں دسواں حصہ ہے۔(۱۰۱) تو اس میں احتمال ہے کہ یہ حدیث ہر چیز میں زکوٰۃ کے وجوب کو ثابت کرتی ہے یہاں تک کہ سبزیوں میں بھی جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں اور یہ احتمال نظر آتا ہے کہ اس کا مقصود عموم ہے؛ کیوں کہ یہ ایسے الفاظ میں آئی ہے جو عموم پر دلالت کرنے والے ہیں جب کہ یہ اس بات کا بھی احتمال رکھتی ہے کہ آپ کا یہ مقصود نہ ہو کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی ایک معنی کو بیان کرنے کے لیے کوئی لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس لفظ کے ساتھ کسی اور معنی میں حجت نہیں پکڑی جاسکتی اور یہاں یہ لفظ واجب کی مقدار کو بیان کرنے کے لیے آیا ہے نہ کہ اس بات کو بیان کرنے کے لیے کہ کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؛ چناں چہ اس کے ساتھ اس بات پر دلیل نہیں لی جاسکتی کہ کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور جب مختلف احتمالات متعارض آ گئے تو سبزیوں میں زکوٰۃ کے وجوب پر استدلال ساقط ہو گیا۔ شوافع نے قرافی کے اس جمع پر اعتراض کیا ہے کیوں کہ ان دونوں طریقوں میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو دونوں مقاموں میں فرق کو واضح کر دے کیوں کہ اشیا کے وقائع میں غالب شک ہوتا ہے جو حکم کے محل میں واقع ہوتا ہے۔(۱۰۲)

جمع کے بارے میں تیسرا قول

اکثر شوافع ان دونوں قاعدوں کے درمیان جمع کرنے میں اس موقف کی طرف گئے ہیں کہ ان میں سے پہلے یعنی تَرْكُ اسْتِفْصَالِ الشَّارِع کو اس پر محمول کیا جائے کہ جب اس واقعے میں نبی ﷺ کا ایسا قول منقول ہو جس پر عموم کو محمول کیا جاسکتا ہو جب کہ دوسرے کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ جس میں صرف آپ کا فعل ہی ہو کیوں کہ اس کے لیے عموم نہیں ہوگا۔ تو پہلے کی مثال اس شخص کا واقعہ ہے جو اسلام لایا اور اس کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں تو نبی ﷺ نے اسے کہا: "ان میں سے چار کو روک لے" اور آپ نے اس سے عقد کی تفصیل نہیں پوچھی چناں چہ آپ کا یہ قول عموم کا فائدہ دے گا اور دوسرے کی مثال رسول اللہ ﷺ کے فعل کے ساتھ

۱۰۰– ابن اللحام، **القواعد والفوائد**، ۳۱۱۔

۱۰۱– البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ الزَّكَاةِ ،بَابُ العُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ، رقم: ۱۴۸۳۔

۱۰۲ – الزرکشی، مصدرِ سابق، ۴: ۲۰۹۔

استدلال کرنا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ کی نماز کے دوران آپ کی ایڑیوں پر ہاتھ رکھنا اور آپ کا نماز کو جاری رکھنا تو اس واقعہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ درمیان میں کوئی حائل موجود ہو چناں چہ اس واقعے میں عورت کے چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔(۱۰۳)

جمع کے بارے میں چوتھا قول

پہلے قاعدے یعنی تَرْكُ اسْتِفْصَال پر احتمال کے بعید ہونے (یعنی جب تمام احتمالات مساوی نہ ہوں اور دوسرا احتمال مرجوح ہو) کی صورت میں عمل کیا جائے گا اور دوسرے قاعدے پر احتمال کے قریب ہونے (یعنی جب تمام احتمالات مساوی ہوں) کی صورت میں عمل کیا جائے گا(۱۰۴) اس قول کو ابن نجار نے قرافی کا مستقل قول قرار دیا ہے اور خود بھی اس قول میں قرافی کی متابعت کی ہے۔(۱۰۵) لیکن یہ جمع محل نظر ہے؛ کیوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحب قاعدہ اور اس قاعدے کی اصل بیان کرنے والے ہیں، نے غیلان کے قصہ میں فرمایا ہے: ”مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ سب عورتیں ایک ہی عقد سے اس کے تحت آئی ہوں یا متفرق عقود سے اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ان میں سے جس سے پہلے نکاح کیا تھا اسے چھوڑ دے یا بعد والی کو بشرطے کہ جن عورتوں کو روکے گا ان میں کوئی محرم نہ ہو۔“ یہ سب کے سب متساوی احتمالات ہیں لیکن ان کے باوجود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے میں تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنے سے عموم پر استدلال کیا ہے۔(۱۰٦)

راجح رائے

دونوں قاعدوں کے جوابات، ان میں پائے جانے والے ظاہری تعارض اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات میں غور وفکر کرنے کے بعد ان دونوں قاعدوں کے تعارض پر تمام جوابات میں سے جس جواب کی طرف باحث مائل ہوا ہے اور جسے راجح خیال کرتا ہے وہ وہ قول ہے جسے تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دونوں علی حدہ مستقل قاعدے ہیں اور ان دونوں قاعدوں کے درمیان اس طرح موافقت پیدا کی جاسکتی ہے

۱۰۳- مصدرِ سابق۔

۱۰۴- محمد بن مفلح شمس الدین، **أصول الفقه** (مکتبہ العبیکان، ۱۴۲۰ھ)، ۲: ۸۰۱۔

۱۰۵- النجار، **شرح الکوکب المنیر**، ۳: ۱۷۴۔

۱۰٦- الشافعی، **الأم**، ۵: ۱۷۵۔

کہ تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال والے قاعدے کو مختلف حالتوں والے واقعے پر محمول کیا جائے جس سے معلوم ہو کہ اگر یہ حکم ان سب حالتوں کے لیے نہ ہوتا تو نبی ﷺ کبھی مطلق حکم نہ لگاتے؛ کیوں کہ نبی ﷺ کی شان اس بات سے عظیم ہے کہ آپ کسی ایسی جگہ پر مطلق حکم ارشاد فرمائیں جہاں پر مقید حکم لگتا ہو۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کے مقید حکم پر بعینہٖ عمل کیا جائے اور مطلق حکم میں رخصت کے احتمال کو مد نظر رکھتے ہوئے امت کے مجموعی مقاصد کو پیش نظر رکھا جائے۔ دوسرا قاعدہ ایسے واقعے پر محمول کیا جائے گا جس میں ایک حکم لگایا گیا اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں سے کس صورت پر واقع ہوا چناں چہ یہ فیصلہ کیسے کیا جائے گا کہ یہ دونوں صورتوں پر واقع ہوا اور اس کے ساتھ فیصلہ کرنا قطعی طور پر غلط ہو گا؛ کیوں کہ اگر وہ واقعہ دونوں صورتوں کا احتمال بھی رکھتا ہو لیکن پھر بھی ہمیں تو یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک صورت پر ہی واقع ہوا ہے چناں چہ حکم بھی اسی صورت کے ہی موافق ہو گا اور جب ہمیں اس ایک صورت کا علم نہیں ہو گا تو ہم اس میں توقف کریں گے اور اجمال کے ساتھ فیصلہ کریں گے لہٰذا مطلق کو مقید نہیں کیا جائے گا اور حکم کا اعتبار تمام احوال کی جانچ کے بعد ہی ہو گا اسی صورت میں امت مسلمہ کو فقہی معاملات میں متحد رکھنا ممکن ہے۔

یہ بات درست نہیں ہے کہ تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال والے قاعدے کو حکم کے محل میں احتمال ہونے اور دوسرے کو دلیل میں احتمال ہونے پر محمول کیا جائے کیوں کہ عموماً واقعات میں شک حکم کے محل میں ہی واقع ہوتا ہے۔(۱۰۷) تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال والے قاعدے کو صرف قولی واقعات پر محمول کرنا بھی درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس قاعدے کا فعلی واقعات میں بھی استعمال درست ہے جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے ایک رومی جبہ پہنا جو کہ تنگ آستینوں والا تھا۔(۱۰۸) چناں چہ فقہا نے کفار کے کپڑوں سے نفع اٹھانا جائز قرار دیا ہے جب تک کہ ان کا نجس ہونا ثابت نہ ہو جائے کیوں کہ نبی ﷺ نے رومی جبہ پہنا اور اس کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں پوچھی۔(۱۰۹) تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال والے قاعدے کو احتمال کے بعید ہونے اور دوسرے قاعدے کو احتمال کے قریب

۱۰۷۔ الزرکشی، **البحر المحیط**، ۴: ۲۰۹۔

۱۰۸۔ الترمذی، **السنن**، أَبْوَابُ اللِّبَاسِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الجُبَّةِ وَالخُفَّيْنِ، رقم: ۱۷۶۸۔

۱۰۹۔ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، **فتح الباري شرح صحيح البخاري**، قَوْلُهُ بَابُ الْمَسْح على الْخُفَّيْنِ (بیروت: دار المعرفة، ۱۳۷۹ھ)، ۱: ۳۰۷۔

ہونے پر محمول کرنا بھی درستی کے قریب نہیں ہے؛ کیوں کہ اس قاعدے کی اصل بیان کرنے والے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدے کو تمام احتمالات کے مساوی ہونے کی صورت میں بھی استعمال کیا ہے۔

اسی بنا پر شارع کے قول کے ساتھ پہلے قاعدے یعنی تَرْكُ الِاسْتِفْصَال کے مطابق استدلال ہوگا اور اس کی دلالت واقعے کی تمام حالتوں پر عمومی ہوگی؛ جب کہ دوسرے قاعدے سے مقصود استدلال کا ساقط ہو جانا بنفسہٖ خود واقعے کے ساتھ ہوگا نہ کہ شارع کے کلام کے ساتھ اور واقعہ بذات خود حجت نہیں ہوگا کیوں کہ اس میں احتمال آنے کی صورت میں اجمال آجاتا ہے۔

نتائج

سب سے پہلے اس قاعدے کو جس نے وضع کیا اور جس کی نسبت سے یہ قاعدہ مشہور ہوا وہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس قاعدے کی تعبیر میں فقہا کی عبارتیں بہت مختلف ہیں کیوں کہ امام شافعی سے اس بارے میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔

اس قاعدے کے لیے سب سے پسندیدہ الفاظ یہ ہیں: تَرْكُ الِاسْتِفْصَالِ كعُمُومِ الْمَقَال۔فقہا نے اس قاعدے پر عمل کرنے میں اختلاف کیا ہے جب کہ جمہور کا عمل اس کے مطابق ہے۔

یہ قاعدہ ظاہری طور پر امام شافعی کے دوسرے قاعدے حِكَايَة الْحَالِ إِذَا تَطَرَّقَ إِلَيْهَا الِاحْتِمَالُ كَسَاهَا ثَوْبَ الْإِجْمَالِ وَسَقَطَ بِهَا الِاسْتِدْلَال۔کے ساتھ متعارض ہے لیکن یہ تعارض اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ احتمال کے ساتھ استدلال کے درست ہونے، تفصیل کے مطالبے کو ترک کرنے کو شارع کے قول اور اس کے عموم پر محمول کیا جائے کیوں کہ شارع کا کلام حجت ہوتا ہے اور اس میں کوئی اجمال نہیں ہے جب کہ جو دوسرے قاعدے میں استدلال کے ساقط ہونے کا ذکر ہے اسے شارع کے کلام پر محمول کرنے کے بجائے بنفسہٖ واقعے پر محمول کیا جائے، بنفسہٖ واقعہ حجت نہیں ہوتا کیوں کہ واقعے میں احتمال آنے کی صورت میں اجمال ہوتا ہے۔

سفارشات

مذکورہ قاعدے کو مباحث میں اہمیت دینی چاہیے۔

فروعی مسائل میں تَرْكُ الاِسْتِفْصَالِ كعُمُومِ المُقَال کے اثرات کی وضاحت کا بھی اہتمام ہونا چاہیے اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ امت مسلمہ یکسوئی سے دین پر چلے گی اور اخوت و مساوات کی فضا قائم ہو گی یعنی امت مسلمہ کا اتحاد بحال ہو گا۔

مذکورہ قاعدے کی مزید تحقیق کی جائے تاکہ اس کو جدید پیش آمدہ مسائل میں استعمال کیا جا سکے۔

List of Sources in Roman Script

- Al-Qur'an
- al-Juwayni, Abu al-Ma'ali Abdul-Malik b. Abdullah. *al-Burhan fi Usul al-Fiqh*. Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, 1418 AH.
- al-Qarafi, Abu Al-Abbas Shihab al-Din Ahmed bin Idris. *Anwar Al-Burq fi Anwa' Al-Faruq*. Beirut: Alam Al-Kutub.
- al-Bukhari, Muhammad b. Ismail. *al-Jami' al-Sahih*. Riyadh: Dar al-Salaam, 1419 AH.
- al-Qushayri, Muslim b. al-Hajjaj. *al-Jami' al-Sahih*. Riyadh: Dar al-Salaam, 2000 AD.
- al-Sijistani, Abu Dawood Suleiman b. al-Ash'ath. *al-Sunan*. Riyadh: Dar al-Salam, 1430 AH.
- al-Tirmidhi, Abu Issa Muhammad b. 'Issa *al-Sunan*. Riyadh: Dar al-Salaam, 1430 AH.
- al-Subki, Taj al-Din 'Abd al-Wahhab b. Taqi al-Din. *al-Ashbah wa al-Nazair*. Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1411AH.
- al-Arabi, Muhammad b. 'Abdullah Abu Bakr Ibn. *al-Masalik fi Sharh Muwatta Malik*, Beirut: Dar al-Gharb al-Islami, 1428 AH.
- al-Darami, Abu Hatim Muhammad b. Hibban. *Sahih Ibn Hibban* bi tartib ibn Balban. Beirut: Moassah al.Risala, 1408 AH
- al-Shafi'i, Muhammad ibn Idris. al-Umm. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1410 AH.
- al-Ghazali, Abu Hamid Muhammad b. Muhammad. *al-Mankhool min Ta'liqat al-Usul*. Beirut: Dar Al-Fikr, 1419 AH.
- al-Arabi, Muhammad b. 'Abdullah Abu Bakr Ibn. *Al-Majsul fi Usul Al-Fiqh*. 'Amman: Dar Al-Bayariq, 1420 AH.
- al-Razi, Muhammad b. Omar Fakhr Al-Din. *al-Mahsul*. Beirut: Moassash al-Risala, 1418 AH.
- al-Asnawi, Abd al-Rahim b. al-Hassan b. Ali. *al-Tamhid fi Takhrij ul Furu''la al-Usul*. Beirut: Moassash al-Risala, 14000 AH.
- Al-Harrani, Ahmed b. Abdul Halim Ibn Taymiyyah. *Majmoo' al-Fatwa*. Madinah: King Fahd Complex for the Printing of the Noble Qur'an, 1414 AH.

- Ibn. al-Najjar, Muhammad ibn Ahmad *Sharh al-Kawkab al-Munir*. Riyadh: Maktabah al-ʿAbikan, 1418 AH.
- Ibn Badran, Abd al-Qadir b. Ahmad. *al-Madkhal ila Mazhab Imam Ahmad ibn Hanbal*. Beirut: Moassash al-Risala, 1401 AH.
- Al-Shawkani, Muhammad bin Ali. *Irshad al-Fuhul.* Beirut: Dar Al-Kitab Al-Arabi, 1419 AH.
- Ibn Daqiq, Muhammad b. Ali. *Ihkam Al-Ahkam*. Cairo: Matbaʿah al-Sunnah al-Muhammadia.
- Al-Ansari, Zakariya b. Muhammad b. Ahmed. *Ghayat ul Wusul*. Egypt: dar ul Kutub al-Ilmiyah al-Kubra.
- al-Zarkashi, Badr al-Din Muhammad b. Abdullah. *al-Bahr al-Muhit fi Usul ul Fiqh*. Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya,1414AH.
- al-Harrani, Ahmed bin Abdul Halim Ibn Taymiyyah. *al-Fatawa al-Kubra li ibn Taymiyyah*. Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, 1408 AH.
- Ibn al-Hamam, Kamal al-Din Muhammad b. Abd al-Wahed. *Fath al-Qadir*. Beirut: Dar al-Fikr.
- Ibn Daqiq, Muhammad b. Ali b. Wahab. *Sharh al-Ilmam bi Ahadith al-Ahkam.* Syria: Dar Al-Nawadir, 1430 AH.
- Ibn ul-Liham, Ali b. Muhammad b. Abbas. *Al-Qawaid wal Fawaid al-Usluliyah*. Beirut: al-Maktabah al-Asriyah, 1420 AH.